علامہ اقبالؒ اور ترکی

محمد یعقوب مغل

دور حاضر کے عظیم مفکر، فلسفی شاعر اور ترجمان حقیقت علامہ اقبال کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ گو علامہ اقبال مسلم ہند کے فارسی گو شاعر کی حیثیت سے ابھرے اور شاعری کے ذریعے ہی سے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کی، تاہم شاعری میں ادب محض بحیثیت ادب کبھی ان کا مطمح نظر نہ رہا ۔ ان کا نصب العین اور مقصد حیات اسلامی نظریے کے تحفظ اور مسلمانوں کی بہبود کے علاوہ کچھ نہ تھا ۔ در حقیقت دور جدید میں حکیم الامت علامہ اقبال نے شاعری کے ذریعے دین اسلام کی جو بے لوث خدمت کی ہے، وہ قابل تعریف ہے ۔

علامہ اقبال نے نہ صرف برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا، بلکہ انہوں نے عالم اسلام کو خواب غفلت سے بھی بیدار کیا ۔ علامہ اقبال نے عالم اسلام کو مغربی تسلط سے نجات دلانے کے لیے شاعری کو ذریعۂ اظہار بنایا اور اس عمدہ پیرائے میں مختصر عرصے میں اتنا بڑا ذہنی انقلاب برپا کیا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ علامہ اقبال نے مسلم ممالک میں جہاں جہاں آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں ان کو سراہا اور خراج تحسین پیش کیا ۔ پورے عالم اسلام نے ان کے پیغام کو گہری توجہ کا مستحق جانا اور ان کے خیالات و افکار سے اثر قبول کیا، اس کے نتیجے میں ممالک اسلامیہ میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور ان کے حوصلے بلند ہوئے اور ان میں باہم اشتراک و اتحاد اور ملت اسلامیہ کے احیاء کا نیا شعور پیدا ہوا ۔

بیسویں صدی کا ربع اول دولت عثمانیہ اور ترکوں کے لیے بڑی آزمائش کا دور تھا ۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا ۔ مسلمانان ہند نے ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں ترک بھائیوں کی مالی امداد

کے لیے چندہ فراہم کیا ۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر انصاری ایک وفد کے ساتھ قسطنطنیہ (استانبول) بھی گئے ۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے اس جذبہ کو سخت نا پسند کیا اور برصغیر ہند و پاک کے ان مسلمان رہناؤں کو جو ترکی اور خلافت عثمانیہ سے ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے ، جیل میں ڈال دیا ۔ ان قائدین میں مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار 'زمیندار' کا نام سر فہرست ہے ۔ اقبال نے ان مظالم کے خلاف احتجاج کیا اور کہا :

دیکھ لو گے سطوت رفتار دریا کا مآل
موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی !!

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں طرابلس کی جنگ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ایک نظم ''فاطمہ بنت عبداللہ'' پر بھی لکھی ہے ، جو غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوئی تھی ۔ اس کے علاوہ اقبال اپنی ایک اور نظم بعنوان ''حضور رسالت مآب میں'' طرابلس کے شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''حضورؐ ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو ، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے ، جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں''۲

پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک رہی ۔ اس جنگ کے آغاز کے بعد فرانس اور برطانیہ نے مل کر یہ کوشش کی کہ وہ درۂ دانیال پر ان کا قبضہ ہو جائے تاکہ استانبول اور خلافت عثمانیہ کے دیگر علاقوں پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکے ۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا کی عسکری صلاحیتوں

۱۔ کلیات اقبال حصہ اردو بانگ درا ، ص ۱۹۴ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۱۹۷ ۔

اور عزم کے سامنے ان کا بس نہ چل سکا ۔ برطانیہ ، فرانس اور ان کے حلیفوں کی متحدہ قوت کو پسپا ہونا پڑا ۔ اس شکست کے بعد انگریز سیاسی چال چلے اور عربوں کو آزادی کا جھانسہ دے کر انہیں ترکوں کے خلاف ابھارا ۔ حجاز کا گورنر حسین بھی انگریزوں کی سیاسی چال میں آ گیا اور عثمانیوں کے خلاف بغاوت کر دی ۔ وہ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۳ء تک حجاز کا خود مختار حکمران رہا ۔ بالآخر نجدیوں نے اسے شکست دے کر مار بھگایا ۔

اقبال نے حجاز کے ہاشمی گورنر حسین کی عثمانیوں سے غداری کو سخت نا پسند کیا اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا :

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش[1]

۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں جرمنی اور اس کے حلیف ترکی کو شکست فاش ہوئی اور خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھر گیا ۔ مغربی طاقتوں کا سارا نزلہ عالم اسلام پر گرا ۔ اتحادیوں نے دولت عثمانیہ کے مقبوضات کو آپس میں بانٹ لیا ۔ مغرب کے مشرقی صوبے بلقان ، ہنگری اور بلغاریہ وغیرہ مکمل طور خود مختار علاقے قرار دے دیئے گئے ، ایران اور شام پر عملاً فرانس کا قبضہ ہو گیا ، مصر اور عراق پر برطانیہ نے اپنا تسلط جما لیا ۔ اس طرح عالم اسلام اپنی آزادی سے محروم ہو گیا ۔ مسلم ہند پر ۱۸۵۷ء سے ہی برطانیہ قابض ہو چکا تھا ۔ اس انحطاط کے دور میں مصطفیٰ کمال پاشا نے عثمانی خلیفہ اور اتحادیوں کے خلاف جنگ آزادی کا آغاز کیا اور ۱۹۱۹ء میں انقرہ میں نئی حکومت قائم کی اور ترکوں کو یونان اور اتحادیوں سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے ابھارا ۔ بالآخر ۱۹۲۲ء میں مصطفیٰ کمال نے اتحادیوں کے حلیف یونان کو زبردست شکست دی ۔ ۱۹۲۳ء میں ترکوں نے تھریس پر بھی قبضہ کر لیا ۔ پھر ۱۹۲۳ء میں ہی ترکی میں جمہوری حکومت کا اعلان کر دیا گیا ۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی اس عظیم کامیابی پر علامہ اقبال نے انہیں اپنی مشہور نظم ''طلوع اسلام'' میں زبردست خراج تحسین پیش کیا ۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے بر صغیر میں تحریک خلافت کو غیر

۱۔ کلیات اقبال حصہ اردو بانگ درا ، ص ۲۵۷ ۔

معمولی عوامی مقبولیت حاصل ہوئی تھی اور ترکوں کے حق میں مسلمانان برصغیر کے شدید جذبات تھے ۔ وہ خلافت کے ادارہ اور آزاد قوم کی حیثیت سے ترکوں کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے انگریزوں سے مطالبہ کر رہے تھے مگر علامہ اقبال انگریزوں سے اس مطالبے کے حق میں نہ تھے بلکہ بہ زور بازو اس کو حاصل کرنے کے حق میں تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک ترکی میں جنگ آزادی کی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے انگریزوں کے اشارے پر چلائی جا رہی تھی ۔ اپنے ایک مکتوب بنام مولانا سید سلیمان ندوی ، علامہ لکھتے ہیں :

''مدت سے یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ معلوم نہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے ۔ واقعات صاف اور نمایاں ہیں مگر ہندوستان کے سادہ لوح مسلمان نہیں سمجھتے اور لندن کے شیعوں کے اشارے پر ناچتے چلے جاتے ہیں[۱] ۔ ۔ ۔ ۔

اس طرز عمل کو اقبال نے اپنی ایک نظم ''دریوزۂ خلافت'' میں گدائی سے مشابہت دی ہے ۔ انہوں نے کہا :

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا ؟
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی ![۲]

یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال اتا ترک نے خلافت کو ختم کرکے جمہوریت کا اعلان کیا تو اقبال نے اتاترک کے اس عمل کو خلافت کے سلسلے میں اجتہادی عمل قرار دیا ۔ اور کہا کہ مصطفیٰ کمال نے حق خلافت امت مسلمہ کو واپس دلوا دیا ، گویا خلافت جو شوریٰ کا حق ہے ، اس کو لوٹا دیا ۔

۱۔ اقبال نامہ ص ۱۰۵ ، ۱۰۶ ۔

۲۔ کلیات اقبال حصہ اردو بانگ درا ، ص ۲۵۴ ۔

علامہ اقبال کا ترکی میں اولین تعارف ترکی کے قومی شاعر اور قومی ترانہ کے خالق محمد عاکف کا مرہون منت ہے ۔ محمد عاکف کو جنگ آزادی کے دوران علامہ اقبال کے فارسی کلام پڑھنے کا موقع ملا اور وہ اقبال کے کلام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے نہ صرف ان کے اشعار کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا بلکہ اپنے ایک مقالہ میں اقبال کو ''رومی عصر'' قرار دیا ۔ خلافت کے خاتمے کے بعد اتا ترک سے سیاسی اختلاف کی وجہ سے محمد عاکف کو ملک چھوڑ کر مصر آنا پڑا ۔ محمد عاکف نے مصر سے اپنے ایک دوست کو ۱۹۲۵ء میں ایک خط روانہ کیا جس میں انہوں نے علامہ اقبال کی دو فارسی کتب کے ہاتھ لگنے اور مطالعے کا ذکر کیا ہے ۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''اقبال ایک عظیم شاعر ہیں اور ان کے کلام نے مجھے مدہوش کر دیا ہے ۔'' مزید عرض کر دوں کہ مصر پہنچنے کے بعد محمد عاکف نے اپنی تازہ تصنیف (Safahat) ''صفحات'' علامہ اقبال اور دیگر احباب کو روانہ کی تھی ۔ اس طرح اپنے دور کے دو عظیم مسلم دانشوروں کا باہمی رابطہ قائم ہو چکا تھا ۔ محمد عاکف کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ مصر کے قیام کے دوران انہوں نے وہاں اقبال شناسی کا فرض بھی ادا کیا اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کو اقبال کے کلام سے متعارف کرایا اور ڈاکٹر عزام کو ترغیب دی کہ اقبال کے کلام کا عربی میں ترجمہ کریں ۔

اقبال اور جدید ترکی کے روابط کے سلسلے میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ۱۹۳۲ء میں جنگ بلقان کے ہیرو ایڈمرل رؤف پاشا ، ڈاکٹر انصاری کی دعوت پر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں توسیعی خطبات دینے کے لیے فرانس سے ہندوستان تشریف لائے ۔ رؤف پاشا نے چھ خطبات دیئے ۔ ان خطبات کے سلسلے میں دو اجلاسوں کی صدارت اقبال نے فرمائی ۔ علامہ کی خواہش پر رؤف پاشا کو لاہور میں مدعو کیا گیا ۔ ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو اسٹفل (Stiffles) ہوٹل میں ان کو عظیم الشان استقبالیہ دیا گیا ۔ یہ سب اہتمام اقبال کی ترکوں سے والہانہ محبت اور عقیدت کی وجہ سے کیا گیا تھا ۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے ترکیہ جمہوریہ سے سفارتی تعلقات قائم ہوئے تو پاکستان کے پہلے سفیر میاں بشیر احمد نے اقبال شناسی کے سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دیں ۔ انقرہ یونیورسٹی اور کئی دیگر

مقامات پر علامہ اقبال کی حیات ، کلام اور پیغام کو ترکوں سے متعارف کرایا ۔ اس کے علاوہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کی یوم ولادت اور یوم وفات پر اجتماعات کے انعقاد کا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا گیا جس میں ترکی کے دانشور ، معزز سیاستدان ، مفکرین اور علامہ اقبال کے پرستاروں کو مدعو کیا جاتا ہے ۔ اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ترکی میں اقبال شناسی کو فروغ حاصل ہوا اور عوام اقبال کے کلام میں گہری دلچسپی لینے لگے اور سرعت سے علامہ اقبال کے فارسی کلام کا ترکی زبان میں ترجمہ شائع ہونے لگا ۔

سفارتی تعلقات قائم ہونے کے بعد ترک پاکستان کلچر ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا ۔ اس غیر سرکاری جمعیت نے دونوں ملکوں کے تعلقات کو فروغ دینے کے علاوہ اقبال کو ترکی میں متعارف کرانے میں بھی بڑا اہم کردار ادا کیا ہے ۔

جناب شریف الحسن مرحوم کا ترکی میں مختلف ادوار میں دس گیارہ سال قیام رہا ۔ بحیثیت پاکستان کے پریس اتاشی ، قونصل جنرل اور ڈپٹی سیکریٹری جنرل سینٹو ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں ۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مشن ، اقبال کے کلام و پیام کو ترکی میں متعارف کرانا بنا لیا تھا ۔ اتفاقاً ان کے قیام کے دوران میں بھی ترکی میں اولاً اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں (۱۹۶۲-۱۹۶۷) اور پھر بحیثیت ریسرچ فیلو اور بانی انچارج اردو اور مطالعات ثقافت پاکستانی (۱۹۷۲-۱۹۷۵ء) استانبول یونیورسٹی اور آخری بار بحیثیت کلچرل کونسلر (۱۹۷۷-۱۹۸۰) انقرہ میں رہا ۔ اس لیے مجھے شریف الحسن مرحوم سے اکثر و بیشتر ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا رہتا تھا ۔ میں ان کی شخصیت اور اقبال سے والہانہ عقیدت سے بے حد متاثر تھا ۔ شریف الحسن نے استانبول میں پاکستان قونصلیت جنرل کو علم و ادب اور مطالعات اقبال کی دانشگاہ بنا دیا تھا ۔ اس زمانے میں ترک پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن استانبول کے صدر پروفیسر ڈاکٹر علی نہاد تارلان تھے ۔ پروفیسر تارلان کو علامہ اقبال سے بے انتہا عقیدت اور والہانہ عشق تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں (۱۹۶۰-۱۹۶۸) پاکستان قونصلیت جنرل میں ہفتہ وار اجتماعات ہوا کرتے تھے اور اقبال کے کلام پر بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا ۔ یہی وہ دور ہے جس میں پروفیسر تارلان نے اقبال شناسی میں خصوصی نام پیدا کیا ۔ اور ''پیام مشرق'' (Sarktan Haber)

۱۹۶۳ء میں، ''زبور عجم'' (Zebur-u Acemden Secmeler) ۱۹۶۴ء میں ''رموز بے خودی'' (Esrar re Rumuz) ۱۹۶۴ء میں، ''ضرب کلیم'' (Darb-i Kalim) ۱۹۶۸ء میں ''ارمغان حجاز'' (Hicax Armagani) کا ۱۹۶۸ء میں ترکی ترجمہ پیش کیا۔ ان تراجم کے علاوہ ڈاکٹر تارلان نے اقبال کے افکار و تصورات کو تشریح میں اہم مقالات و مضامین بھی پاکستان پوسٹ (Pakistan Postasi ترکی زبان میں سفارت خانہ پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والا ماہوار میگزین) اور دیگر رسائل میں شائع کروائے۔

پروفیسر تارلان کے سلسلے میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ۱۹۵۷ء میں اقبال اکادمی نے پروفیسر تارلان کو پاکستان آنے کی دعوت دی تھی اور انہوں نے یہاں اقبال پر لیکچر بھی دیئے تھے۔ پروفیسر تارلان عرصۂ دراز تک ترک پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن کے اعزازی صدر کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں اور اسی پلیٹ فارم سے انہوں نے اقبال شناسی کا اہم کام اپنے ذمہ لیا۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ترکی میں علامہ اقبال اور پروفیسر تارلان لازم و ملزوم بن گئے اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اقبال شناسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

پروفیسر تارلان کے علاوہ اقبال کے اور بھی کچھ شیدائی اور پروانے تھے، جنہوں نے اقبال کے کلام اور افکار کو ترکی زبان کا جامہ پہنایا۔ ان میں جناب قورو جو (A.U. Kurucu) بھی شامل ہیں۔ ان کی کتاب Buyuk Islam Sairi Dr Muhammad Ikbal یعنی عظیم اسلامی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال' انقرہ سے ۱۹۵۷ء میں چھپی۔ اس کے علاوہ اقبال کے چھ لیکچروں کے مجموعے The Reconstruction of Religious Thought in Islam کا ترکی ترجمہ جناب صوفی حری (Safi Huri) نے Islam'da Dini Teffekkurun Yeniden Tesekkulu یعنی ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ'' ۱۹۶۴ء میں استانبول میں چھپوا کر شائع کیا۔ پری حان آریبورن (Perihan Ariburun) جو ترکی سینیٹ کے سابق چیرمین جنرل آریبورن (General Tekin Ariburun) کی زوجہ ہیں اور علامہ اقبال کے کلام کی پرستار، انہوں نے ۱۹۷۹ء میں علامہ اقبال کے چھ لیکچروں کا دوبارہ ترکی میں ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور سفارتخانہ پاکستان کی طرف سے علامہ اقبال کی کتاب The Reconstruction of Religious Thought in Islam بھی انہیں مہیا کی گئی تھی۔ کہہ نہیں سکتا پری حان نے ترجمہ

مکمل کر لیا ہے یا ابھی کچھ کام باقی ہے ۔ ویسے اتنا عرض کر دوں کہ حکیم الامت کے صد سالہ یوم ولادت کے موقع پر ۱۹۷۷ء میں مادام پری حان کو بھی پاکستان مدعو کیا گیا تھا ۔

پروفیسر تارلان کے بعد ترکی کی ایک اور اہم علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر قرہ حان (Professor Dr. Abdul Kadir Karahan) کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ نا انصافی ہو گی ۔ پروفیسر قرہ حان پچھلے پچیس سال سے ترک پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن سے وابستہ ہیں ۔ اور پچھلے پندرہ سال سے وہ اس ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوتے آ رہے ہیں ۔ ڈاکٹر قرہ حان (Dr. Karahan) متعدد بار حکومت پاکستان اور اقبال اکادمی کی دعوت پر پاکستان تشریف لا چکے ہیں اور ہمارے ملک کے علمی حلقوں میں وہ جانی پہنچانی شخصیت ہیں خاص طور پر آج کی محلس میں کئی احباب پروفیسر قرہ حان کے شخصی دوست ہم میں موجود ہیں ۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ پروفیسر قرہ حان پاکستان کے عظیم دوست اور علامہ اقبال کے پرستار ہیں اور ترکی میں اقبال شناسی میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ۔

جمہوریہ ترکیہ کے قیام کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر ۱۹۷۳ء میں سینٹو کی طرف سے پروفیسر عبدالقادر قرہ حان کی تحریر کردہ ایک کتاب یعنی "Dr. Muhammad Ikbal ve Eserlerinden Secmeler" ''ڈاکٹر محمد اقبال اور ان کا منتخب کلام'' ترکی زبان میں شائع کی گئی ۔ اس کتاب میں پہلی بار علامہ اقبال کے منتخب اردو کلام کا ترکی ترجمہ اردو متن کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔ اردو سے ترکی میں ترجمے کا شرف اس ناچیز کو اور کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ اسلام کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر کو حاصل ہے ۔

مختلف ادوار میں مختلف حیثیتوں سے مجموعی طور مجھے ترکی میں گیارہ سال قیام کرنے کا موقع ملا ۔ اس دوران میں مجھے علامہ اقبال کے سلسلے میں منعقد ہونے والی مجالس اور مذاکرات میں شمولیت کے مواقع ملتے رہے ۔ کئی موقعوں پر میں نے ''علامہ اقبال کا پیام'' اور ''اقبال اور رومی'' کے موضوعات پر ترکی زبان میں مقالے بھی پڑھے ۔ علامہ اقبال کے افکار پر میرے چند مقالے ترکی زبان میں شائع ہو چکے ہیں ۔ ان مجالس میں میرا ترکی کے دانشوروں اور مفکروں سے تعارف بھی ہوتا رہا

ہے ۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ دور جدید کے ترک دانشور علامہ اقبال کے کلام اور افکار سے بے حد متاثر ہیں ۔

۱۹۷۳ء میں مولانا جلال الدین رومی کی سات سو سالہ برسی کے موقع پر قونیہ میں بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا گیا تھا ۔ اس موقع پر پاکستان سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سابقہ وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد کو مدعو کیا گیا تھا ۔ شریف الحسن مرحوم جو اس زمانے میں سینٹو میں ڈپٹی سیکرٹری جنرل کے عہدہ پر فائز تھے اور میں بھی ، اس کے علاوہ ہماری جانی پہچانی شخصیت اور اقبال کی پرستار پروفیسر اینی میری شمل بھی اس سیمینار میں مدعو تھیں ۔ اس موقع پر مختلف مقررین نے اپنے عالمانہ مقالوں میں مولانا رومی کے ساتھ ساتھ "عصر حاضر کے رومی" کو بھی زبردست خراج عقیدت پیش کیا ۔

۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کے صد سالہ یوم ولادت کے موقع پر پاکستان میں ایک بین الاقوامی کانگرس کا اہتمام کیا گیا تھا ۔ اس موقع پر ترکی سے سات دانشور اور اقبال کے پرستار مدعو کئے گئے جن میں ڈاکٹر لطفی دوغان (Dr. Lutfi Dogan) جو اس وقت بلند ایجوت (Bulunt Ecevit) کی حکومت میں وزیر مذہبی امور تھے ، پروفیسر ڈاکٹر سعدی ارماک (Prof. Dr. Sadi Irmak) سابق وزیر اعظم ترکی اور اس وقت وہ ترک پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے ، پری حان آریبون (Perihan Ariburun) فواد بیرام اوغلو (Fuat Bayramoglu) سابق سیکرٹری جنرل وزارت خارجہ ترکی نوزت یالچیں طاس Nevzet Yalcintas ماہر اقتصادیات اور سابق ڈائریکٹر جنرل ٹرکش ٹی وی اور ریڈیو اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر قرہ خان کے نام قابل ذکر ہیں ۔ ترکی وفد نے اس موقع پر حکیم الامت کی حیات اور فلسفے پر روشنی ڈالی اور عالمانہ مقالات پیش کیے ۔

علامہ اقبال کے صد سالہ یوم ولادت کے سلسلے میں پورے ترکی میں ترک حکومت ، ترک پاکستان ثقافتی جمعیتوں اور سفارتخانہ پاکستان کے اشتراک سے ایک مربوط پروگرام مرتب کیا گیا ۔ علامہ اقبال کے افکار کو فروغ دینے اور حکیم الامت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے حکومت ترکی نے ، مئی ۱۹۷۸ء کو جسٹس جاوید اقبال کو لیکچر دینے کے لیے ترکی مدعو کیا ۔ چنانچہ ڈاکٹر جاوید اقبال کے لیے انقرہ ، قونیہ اور استانبول میں لیکچروں کا انتظام کیا گیا تاکہ ان مقامات پر وہ

علامہ اقبال کے پیغام و افکار کو ترک بھائیوں تک پہنچا سکیں ۔ اُسی سال دسمبر میں مولانا رومی کی برسی کے موقع پر ایک بار پھر ڈاکٹر جاوید اقبال کو مدعو کیا گیا ۔ اس موقع پر مولانا رومی کے شہر قونیہ میں ان کی تقاریر کا ترجمہ ترکی زبان میں پیش کرنا میرے ذمہ تھا ۔ جس وقت ڈاکٹر جاوید اقبال نے مولانا رومی سے عقیدت کی وجہ سے یہ کہا کہ قونیہ کی خاک بھی میرے لیے سرمے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور جب میں نے یہ ہی الفاظ ترکی زبان میں ادا کیے تو سامعین بے حد جذباتی ہوگئے اور کئی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے ۔ جاوید اقبال اس کے چشم دید گواہ ہیں کہ قونیہ کا بچہ بچہ حکیم الامت علامہ اقبال کے نام سے واقف ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم پاکستان کے کسی شہر میں ہیں ۔

گو علامہ اقبال کبھی ترکی یا قونیہ تشریف نہ لائے تھے تاہم قونیہ پہنچنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ''پیر رومی'' اور ''مرید ہندی'' ایک دوسرے سے آشنا تھے اور لوگ بھی ایسا تاثر دیتے ہیں گویا کہ مولانا رومی کی طرح علامہ اقبال بھی ان کا قومی شاعر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا رومی کے مزار کے قریب علامہ اقبال کی ایک یادگار تعمیر کی گئی ہے ۔ یہ یادگار پیرو مرید کے وصال کا زندۂ جاوید مجسمہ ہے اور یہ یاد دلاتا ہے کہ ''عصر حاضر کے مولانا'' یعنی علامہ اقبال اپنے مرشد حضرت مولانا جلال الدین رومی کی خدمت میں عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے ہیں ۔